مضمون نویسی اور تقریری مقابلوں کے بارہ میں نوجوانوں کو ضروری ہدایات

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مضمون نویسی اور تقریری مقابلوں کے بارہ میں نوجوانوں کو ضروری ہدایات

(فرمودہ ۲۲؍اکتوبر ۱۹۵۰ء برموقع (دوسرا دن) سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ بوقت شب بمقام ربوہ)

''**پہلی بات** تو مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدام کو یہ دن کام میں گزارنے چاہئیں۔ ابھی میں جب گھر سے آیا ہوں تو کچھ خدام باہر کھڑے ہوئے تھے پھر یہاں سے بھی بعض خدام اُٹھ کر جاتے رہے اِس کے یہ معنی ہیں کہ یہاں انہیں کام پر لگائے رکھنے کا کوئی انتظام نہیں۔ یہ تربیت اور نظام کے مظاہرے کے دن ہیں اس لئے اگر کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جو نظام کے خلاف ہے تو جس غرض کیلئے یہ اجتماع کیا گیا ہے وہ اس کی روح کو کُچلنے والی ہوگی اس لئے مرکزی معتمدین اور زعماء یہ بات نوٹ کرلیں کہ آئندہ جو خدام یہاں بیٹھیں وہ خیموں کے نظام کے مطابق بیٹھیں یعنی ہر جماعت اکٹھی بیٹھے کیونکہ یہ بات تو یہاں نہیں کہ انہوں نے متفرق جگہوں سے آنا ہے یا انہوں نے متفرق کاموں سے آنا ہے یہاں جگہ بھی ایک ہے اور سارے دن کا پروگرام بھی مقرر ہے۔ جس وقت جلسہ ہوگا خدام کسی نہ کسی کام میں مصروف ہوں گے اور اس کام کو چھوڑ کر انہوں نے یہاں آجانا ہوگا۔ مثلاً کھانا ہے وہ بھی خدام اکٹھا کھاتے ہیں۔ یعنی کھانے کا بھی ایک خاص وقت مقرر ہے، پھر رہائش کی جگہ بھی ایک ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ جلسہ میں خدام الگ الگ بیٹھیں۔ آئندہ کیلئے یہ انتظام ہونا چاہئے کہ خدام جماعت وار بیٹھیں اور ایک خاص وقت

مقرر ہونا چاہئے کہ وہ اُس وقت کے اندر اندر یہاں جلسہ گاہ میں آ کر بیٹھ جائیں ۔ پھر اُنہیں جماعت وار بٹھایا جائے اور دیکھا جائے کہ آیا تمام خدام حاضر ہیں ۔ اور زعیم اعلان کرے کہ میری مجلس کے سب خدام حاضر ہیں ۔ پھر وہ زعماء اس بات کے ذمہ دار ہونگے کہ ان کی مجالس کے ارکان اپنی اپنی جگہ پر بیٹھیں رہیں ۔ اگر کسی خادم کو کوئی ایسی ضرورت پیش آ جائے کہ وہ جانا چاہے تو وہ اپنے زعیم سے اجازت لے کر مجلس سے اُٹھے اور وہ زعیم اِس بات کا ذمہ دار ہو کہ وقت پر بتائے کہ فلاں فلاں خادم میری اجازت سے باہر گئے ہیں ۔

دوسری بات میں لیکچراروں کے متعلق کہنا چاہتا ہوں ۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جلدی جلدی اور زور کے ساتھ بولا جائے تو تقریر زیادہ مؤثر ہوتی ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے نہ جلدی جلدی بولنا تقریر کے اندر اثر پیدا کرتا ہے اور نہ زور سے بولنا تقریر کے اندر اثر پیدا کرتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی تقریر میں بے موقع زور سے بولتا ہے تو تقریر کا اثر کم ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ گلے سے اوپر بول رہا ہے دل سے نہیں بول رہا ۔ اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ پندرہ سولہ منٹ کے بعد ہی گویائی سے محروم ہو جاتا ہے ۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ لیکچر لکھا جو آریوں کی مجلس میں پڑھا گیا اور جس کے نتیجہ میں چشمۂ معرفت کتاب لکھی گئی ۔ اُس وقت مولوی عبدالکریم صاحب فوت ہو چکے تھے ان جیسی آواز والا جماعت میں اَور کوئی شخص موجود نہ تھا اور یہ سوال درپیش تھا کہ یہ تقریر کون پڑھے ۔ تجویز یہ ہوئی کہ مقابلہ کر کے دیکھا جائے کہ کون شخص زیادہ موزوں ہے کہ اسے تقریر پڑھنے کیلئے کہا جائے ۔ مختلف لوگوں نے وہ تقریر پڑھی بڑے بڑے لوگوں میں سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ، مرزا یعقوب بیگ صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تھے ۔ ان کے علاوہ اَور لوگ بھی تھے ۔ میری عمر اُس وقت چھوٹی تھی لیکن میں یہ خیال کرتا ہوں (شاید یہ اندازہ اب موجودہ عمر کے لحاظ سے ہو) کہ اگر میں وہ تقریر پڑھتا تو غالباً اچھی پڑھتا ۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی

آواز زیادہ بلند نہ تھی اگرچہ آہستہ آہستہ زور پکڑ کر وہ مؤثر ہو جایا کرتی تھی لیکن وہ اس مقام پر نہیں پہنچتی تھی جہاں تقریر کرنے والا جوش کے ساتھ سامعین کو اپنے ساتھ بہا لے جایا کرتا ہے۔ یوں تقریر کے لحاظ سے آپ کی آواز میں بڑا اثر تھا اور مضمون سامعین کے ذہن نشین ہو جاتا تھا اور ان کے دل کی گہرائیوں میں اُتر جاتا تھا لیکن پڑھنے میں یہ طریق کامیاب نہیں ہوتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے وہ مضمون تو پڑھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے پڑھنے کے طریق پر مطمئن نہ ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بعد مرزا یعقوب بیگ صاحب نے مضمون پڑھنا شروع کیا۔ اُن کی آواز باریک تھی دوسرے وہ عربی سے ناواقف تھے اور مضمون میں چونکہ اکثر قرآنی آیات تھیں نتیجہ یہ ہوا کہ اُنہوں نے غلط پڑھنا شروع کر دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ یہ بھی موزوں نہیں۔ اِس کے بعد شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے پڑھنا شروع کیا۔ اُنہوں نے یہ خیال کیا کہ پہلے دونوں کی آواز میں چونکہ بلندی اور گرج نہیں تھی اِس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا طریقِ بیان پسند نہیں فرمایا چنانچہ انہوں نے بڑے زور کے ساتھ گرج کی سی آواز میں پڑھنا شروع کیا مگر اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی آواز جلدی بیٹھ گئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تشریف رکھیں۔ غرض مضمون کو آہستگی سے اور ایسے رنگ میں پڑھنا چاہئے کہ سامعین پڑھنے والے کی آواز میں سموئے جائیں۔ جب تک سامعین پڑھنے والے کی آواز میں سموئے نہیں جاتے اور جب تک ان کا پڑھنے والے کی آواز کے ساتھ اشتراک پیدا نہیں ہوتا اُس وقت تک تقریر میں زور پیدا کرنا اُن کو قریب کرنے کی بجائے دور کرنا ہے۔

پھر تقریر کرنے والے کو اپنا مضمون اس طرز سے بیان کرنا چاہئے کہ اسے سارے مضمون کے سارے پہلو مدنظر ہوں۔ بعض دفعہ تقریر کرنے والا اپنا مضمون ایسے طور سے بیان کرتا ہے کہ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا طریقِ بیان درست ہے لیکن جن شقّوں کی وجہ سے وہ اسے واضح محسوس کرتا ہے وہ سامعین کو معلوم نہیں ہوتیں اس لئے اس کی تقریر بیکار

ہو جاتی ہے۔ مثلاً آج ہی بعض مقررین نے کہا ہے کہ یہ بات تو واضح ہے لیکن یہ فقرہ وہاں کہا جاتا ہے جہاں تقریر کرنے والا کسی منطقی نکتہ کی طرف پہلے اشارہ کر دیتا ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر عقل اور سمجھ رکھی ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب ایک انسان کے سامنے کوئی غیر معمولی بات پیش کی جائے تو وہ اسے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ چونکہ ہم نے ایسی بات پیش کی ہے جس کو دنیا کے سب لوگ جانتے ہیں اور پھر یہ بات پیش کی کہ اگر انسان کے سامنے کوئی غیر معقول بات رکھی جائے تو وہ اسے ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتا تو یہ بات سج جائے گی۔ لیکن اگر ہم کہیں گے کہ یہ بات واضح ہے کہ اِس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہونا چاہئے تھا تو یہ بات ہمارے لئے تو واضح ہوگی کہ دنیا کے حالات اِس قسم کے ہیں کہ وہ تقاضا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور مبعوث ہو لیکن ایک مخالف تو یہ بات نہیں مانتا۔ پس ہر بات کہتے وقت یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ آیا سننے والا اسے سمجھ سکے گا یا نہیں۔

اِس کے بعد مَیں اِس مجلس کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک تقریریں کرانے کا یہ طریق جو نکالا گیا ہے غلط ہے۔ بعض تقریریں کرنے والوں نے ایسے مضامین منتخب کئے ہیں جو بہت ہی اہم ہیں لیکن وہ دو منٹ کے بعد چپ ہوگئے۔ دو منٹ میں مضمون کی ماہیت کو بیان کرنا بھی مشکل ہے اِس لئے یہ طریق غلط ہے۔ پھر یہ کہنا کہ تقریر کیلئے نام لکھا دو یہ طریق بھی غلط ہے۔ یہ علم کے مظاہرہ کا موقع ہے یہ اجلاس عام انجمنوں کا اجلاس نہیں۔ یہ وہ اجلاس ہے جس میں یہ مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ ہم نے نوجوانوں کو اتنی مشق کرائی ہے۔ مثلاً جلسہ سالانہ کے موقع پر تقریر کے لئے بعض دفعہ بڑے بڑے عالموں کا بھی نام آجاتا ہے لیکن میں وہ نام کاٹ دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ انہیں پہلے باہر مشق کرالو۔ اسی طرح یہ خدام الاحمدیہ کا اسٹیج ہے یہاں یہ مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ ہم نے اپنے خدام کو تقریر کرنے کی کتنی مشق کروائی ہے اور ان کے ذہنوں میں کتنی جلاء پیدا کر دی ہے۔ پس ایسے موقع پر یہ کہنا کہ تقریروں کے لئے نام لکھوا دو غلط ہے۔ کچھ مضامین پہلے چُن لینے چاہئیں اور انہیں باہر بھجوا دینا چاہئے اور بعض ایسے سرکل بنا دینے چاہئیں جن میں

سے ایک ایک نمائندہ لے لیا جائے۔ پھر اُنہیں اختیار دیا جائے کہ وہ اپنی میٹنگ کریں اور اُس موضوع پر جس پر اُن کے نمائندہ نے اجتماع کے موقع پر تقریر کرنی ہے خوب بحث کریں اور دلائل بیان کریں۔ پھر جو نمائندہ منتخب ہو وہ اُن دلائل میں سے کچھ دلائل چُن لے اور نوٹ لکھ لے۔ یہاں تقریر زبانی ہو لیکن تقریر کرنے والے کو یہ اختیار دینا چاہیئے کہ وہ اِس کیلئے بعض نوٹ لکھ لے۔ پھر ان لیکچراروں کو کم از کم بیس منٹ ملنے چاہئیں۔اس طرح دو گھنٹے میں چھ لیکچر ہو جائیں گے۔

جہاں تک تحریری مضامین کا سوال ہے اِس بات کی ضرورت نہیں کہ یہاں یہ کہا جائے کہ دوست اِس امتحان میں شامل ہونے کیلئے اپنا نام لکھوا دیں بلکہ پرچے بنا کر باہر بھجوا دینے چاہئیں۔خدام ان پرچوں کی تیاری کریں اور جب یہاں آئیں تو وہ امتحان کیلئے اپنا نام لکھوا دیں۔ یہاں سپروائزروں کے سامنے بیٹھ کر وہ مضامین لکھیں اور ہر سال ایسا کریں۔ جو گروپ قابل ہو جائیں اُن کی جگہ دوسرے گروپ لے لئے جائیں۔اس طرح قدم بہ قدم تمام جماعتوں کے سرکل مقرر کر کے مضامین لکھواؤ۔اگر آپ لوگوں نے مضمون نویسی کی مشق کرانی ہے تو بیشک امتحان میں شامل ہونے والے کتابیں بھی ساتھ لے آئیں۔ اُنہیں یہ اختیار دیا جائے کہ وہ ضروری کتابیں دیکھ سکیں لیکن کسی سے مشورہ نہ لیں۔ بہر حال انہیں یہ موقع دینا چاہیئے کہ وہ مختلف کتابوں سے استنباط کر کے مضامین لکھیں۔آخر ہم مضامین لکھتے ہیں تو کیا فرشتے ہمیں آ کر نوٹ لکھواتے ہیں؟ ہم بھی دوسری کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان سے مسائل اخذ کر کے مضامین لکھتے ہیں۔ ہمارا یہ مقصد نہیں ہونا چاہیئے کہ انہیں موجد بنائیں بلکہ ہمارا ان امتحانوں سے یہ مقصد ہونا چاہیئے کہ ہمارے نوجوان علومِ مروّجہ کو استعمال کرنا زیادہ سے زیادہ جانتے ہوں جس طرح کتابوں کا امتحان ہوتا ہے ایک امتحان اس قسم کا بھی ہو لیکن ضروری ہے کہ ایک مضمون مقرر کر دیا جائے۔مثلاً وفاتِ مسیح کا مضمون ہے۔ایک سال کیلئے یہ مضمون مقرر کر دیا جائے۔ بے شک آپ بعض سوالات بھی دیدیں۔ مثلاً کسی نے نئے رنگ میں کوئی اعتراض کیا ہے۔ یا کوئی پرانا اعتراض زیادہ اہم ہو گیا ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان سوالات کو مدنظر رکھ کر مضمون

لکھا جائے ۔صرف شرط یہ ہوگی کہ مضمون اس جگہ لکھنا ہوگا اور سپر وائزر کی نگرانی میں لکھنا ہوگا تا معلوم ہو کہ مضمون لکھنے والا وہی ہے۔ ہمارا اصل مقصد یہ نہیں کہ خدام کی ذہانت کا امتحان لیا جائے بلکہ ہم نے ان کے علم کا امتحان لینا ہے اور علم کتابوں کے مطالعہ سے پیدا ہوتا ہے۔پس آئندہ یہ طریق بند کیا جائے اور علاقے اور سرکل مقرر کر دیئے جائیں اور ان سے ایک ایک نمائندہ اس امتحان میں شمولیت کیلئے لیا جائے۔انہیں مضمون پہلے بتا دیا جائے اور یہ اجازت دی جائے کہ لوکل مجلس کے تمام خدام اپنی ایک میٹنگ منعقد کریں اور اپنے نمائندہ کو دلائل لکھوائیں۔اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری کی ساری جماعت اِس مضمون کی تیاری میں شامل ہوگی اور ہر خادم یہ کوشش کرے گا کہ اُس کی دلیل زیادہ اعلیٰ ہو۔پھر کتابوں کا مطالعہ بھی کیا جا سکتا ہے صرف دیکھنا یہ ہے کہ آیا اس نے مقررہ وقت میں مضمون لکھ لیا ہے؟ صَاحِبُ الْقلم اُسی کو کہتے ہیں جو کسی مضمون کو مقررہ وقت میں لکھ سکے اور صَاحِبُ الْقلم پیدا کرنا ہمارا مقصد ہے۔پھر تقریری امتحان بھی اسی طرح کا ہونا چاہیئے۔

ایک اَور چیز بھی ہے جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یہاں ایسا کوئی انتظام نہیں کہ اگر مضمون میں کوئی غلطی ہو جائے تو اُس کی اصلاح کر دی جائے۔مثلاً یہی مضمون کہ پاکستان کو کس بلاک میں شامل ہونا چاہیئے یہ مضمون طلباء کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔اگر کوئی لیکچرار کوئی ایسی بات کہہ دے جو سلسلہ کی پالیسی کے خلاف ہو اور اُس کی بعد میں تردید نہ کی جائے تو سننے والا وہی خیال ساتھ لے جائیگا اور کہے گا میں خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع پر گیا تھا اور وہاں سے یہ بات سن کر آیا ہوں۔پس اس موقع پر ایسا انتظام بھی ہونا چاہیئے کہ کوئی شخص کسی قسم کا کوئی غلط خیال اپنے ساتھ لے کر نہ جائے۔میں بعد میں کوئی ایسا طریق مقرر کردوں گا جس سے غلط خیالات کی تردید ہو سکے اور خدام اپنے ساتھ غلط خیالات لے کر نہ جائیں۔

یہ ہدایتیں میں آئندہ اجتماع کے متعلق دیتا ہوں تحریری اور تقریری مقابلوں کیلئے مجالس کو پہلے لکھا جائے اور وہ اپنی میٹنگ بلائیں اور اپنے اپنے نمائندہ کو نوٹ لکھوائیں۔

نمائندہ اپنی اپنی مجلس کے ارکان سے دلائل سن کر آئے اور اگر یہ پتہ لگ جائے کہ بعض اچھے جوان تیار ہو گئے ہیں تو اُنہیں سٹیج پر بولنے کیلئے زائد وقت بھی دیا جا سکتا ہے مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سوائے ایک دو نوجوانوں کے کسی نے کوئی خاص بات بیان نہیں کی اور نہ ہی کسی نے یہ خیال کیا ہے کہ جو دو منٹ وقت ملا ہے اس میں کوئی اچھی بات بیان کروں۔''

(رسالہ خالد ربوہ اکتوبر ۱۹۶۲ء)